گاہے گاہے باز خواں ..... پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ ایم اے

# حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ

## گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا یہ مصرعہ تو مشہور ہے، مگر بہت کم لوگ واقف ہوں گے کہ علامہ اقبالؒ نے یہ مصرعہ کس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے؟

قارئین کرام! ہر زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے دینِ اسلام کی خاطر سختیاں برداشت کیں، شاہانِ وقت انہیں صراطِ مستقیم سے ہٹانے کے لئے اپنے عام وسائل بروئے کار لاتے رہے مگر وہ عزم وہمت کی چٹان بن گئے۔ کوئی دھمکی اور کوئی خوف انہیں راہِ راست سے نہ ہٹا سکا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی،

کے مصداق مغل شہنشاہ اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) کے عہدِ حکومت میں اسلام کے سرسبز و شاداب چمن پر ایک بار پھر کفر والحاد، زندقہ اور بدعت وضلالت کی گھٹاٹوپ آندھیاں چھاگئیں، شاہِ وقت جو کبھی صحیح العقیدہ مسلمان تھا، علماء سوء اور غلط کار درباریوں کی سازشوں کا شکار ہو کر گمراہ ہوا تھا۔ اس نے دین حنیف میں ترمیم کرکے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی "دین الٰہی" کے نام سے ایک ایسا مذہب ایجاد کیا گیا جو شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کے سراسر مخالف اور قرآن وسنت سے انکار و انحراف کے مترادف تھا۔

ہمایوں کے عہد میں جس شجرۂ خبیثہ نے سر اٹھانا شروع کیا وہ اکبری عہد میں برگ و بار لایا،

دینِ اسلام کی صداقت و عظمت کا وہ چراغ جو ایک ہزار سال سے روشن تھا، شاہ وقت، علمائے سوء اور جاہل صوفیوں کے ہاتھوں میں ٹمٹمانے لگا۔ دین اسلام کی حالت زار جو شہنشاہ اکبر اور اس کے بعد جہانگیر کے ہاتھوں رہی تھی۔ اس کی طرف حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک خط میں جو انہوں نے جہانگیر کے ایک مقرب کو لکھا یوں بیان فرمائی :

"اسلام کی بے کسی کا یہ حال ہے کہ کفار کھلم کھلا اس پر طعن توڑتے ہیں اور اسلام کے نام لیواؤں کی مذمت کرتے ہیں۔ وہ ہر کوچہ و بازار میں بے خوف و خطر کفر کے احکام جاری کرتے اور کفار کی مدح و ستائش کرتے ہیں، مسلمان اسلامی احکام کی بجا آوری سے قاصر اور شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہونے سے عاجز ہیں"

پھر ایک ہی شعر کے ذریعے سے اسلام کی کس مپرسی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں :

پری نہفتہ رُو و دیو دَر کرشمہ و ناز ۔۔۔ بسوخت عقلم زحیرت کہ این چہ بوالعجبی است؟

"پری (شرافت و نجابت کا نشان یعنی اسلام) منہ چھپائے ہوئے ہے اور دیو (استبداد و گمرھی) ناز و انداز دکھا رہا ہے۔ اس بوالعجبی پر میری عقل حیرت و استعجاب سے جل کر راکھ ہوگئی ہے۔" حضرت مجدد اس شعر کے بعد فرماتے ہیں :۔ "سُبحَانَ اللهِ وَبِحَمدِهٖ، اَلشَّرعُ تَحتَ السُّیُوفِ۔ شرع کی تجدید تلواروں کے سائے میں بھی کی جاتی ہے اور دین کی عظمت بادشاہوں کے طرزِ عمل پر منحصر ہوتی ہے، لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے ۔۔۔ افسوس صد افسوس !

"اَلنَّاسُ عَلٰی دِینِ مُلُوکِھِم"، لوگ اپنے بادشاہوں کے دین کو جلد اپنا لیتے ہیں اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اکبر نے جس دین کی بنیاد رکھی اور جس عقیدہ و عمل کی نیو استوار کی رعایا نے بھی اس کو اختیار کر لیا۔ ملا مبارک ناگوری اور اس کے دونوں بیٹوں ابوالفضل اور فیضی نے اسلام میں ایسی ایسی بدعتیں ایجاد کیں کہ اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ "دین الٰہی" کو رعایا کے تمام طبقوں کے لئے قابلِ قبول بنانے کے لئے عقیدۂ توحید میں اس قدر ترمیم کی گئی کہ ہندوؤں کی بت پرستی، مجوسیوں کی آتش پرستی اور ویدوں میں بیان کردہ دور از کار فلسفیانہ موشگافیوں کو نئے دین میں سمیٹ لیا گیا ہے، اس طرح اکبر کا دینِ الٰہی مختلف مذاہب کے عقائد و خیالات کا ایک ملغوبہ بن گیا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین کی اصل بنیاد تھی وہ

طاق نسیاں پر رکھ دی گئیں، سورج کی پرستش چاروں طرف لازمی قرار دی گئی، آگ، پانی، درخت اور گائے کا پوجا جائز ٹھہرا، اکبر ہر روز خود صبح اٹھ کر سورج کی پرستش کرتا، اس کے بعد مشتاقانِ دید کے لیے دیوانِ عام میں آبیٹھتا تھا، لوگ شہنشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی بجالاتے جسے اس وقت کے دین فروش ملاؤں نے جائز قرار دید یا تھا۔ اس کے برعکس اسلامی شعائر کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا گیا اور بادشاہ کو یہ بتلا دیا گیا کہ دین اسلام ایک ہزار سال گذر جانے کے بعد نعوذ باللہ بالکل اسی طرح بے کار اور ناکارہ ہو گیا ہے۔ جس طرح کہ اسلام سے پہلے کے مذاہب اقتدار زمانہ کے ہاتھوں معطل ہو چکے ہیں۔ (۱)

ہندو عورتوں سے شادیاں کر لینے کے بعد اکبر کے دل میں ہندوؤں کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر ہندو فائز تھے، اپنے اقتدار اور شاہ وقت کی نظر عنایت نے انہیں اس قدر دلیر کر دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی ہر آن ہر لحظہ دل آزاری کرتے، مسجدیں شہید کر کے وہاں مندر بنائے گئے، ہندوؤں کے برت کا دن آتا تو مسلمانوں کو دن میں کھانے پینے سے حکماً روک دیا جاتا، انہیں حکم ہوتا کہ ان کے چولہوں میں آگ نہ جلے لیکن جب رمضان المبارک آتا تو ہندو سرِ عام کھاتے رمضان کی عزت و حرمت کی حفاظت کے لئے بادشاہ کوئی فرمان جاری نہ کرتا تھا۔

دین کے لیے یہ کوئی کم فتنہ انگیز بات نہیں کہ شاہ وقت گمراہ ہو جائے لیکن اگر بادشاہ وقت کے ساتھ ساتھ دین کے نام لیوا بھی اس کے ہاتھ پر بک جائیں تو پھر دین کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے۔ اکبری عہد میں یہ سب کچھ ہوا، بہت سے علماء اور فضلاء نے بھی طاقت کو سجدہ جائز قرار دیا۔ جو زبانیں کبھی دین اسلام کی عظمت اور اسکی سربلندی کے لیے وا ہوتی تھیں وہ گنگ ہو چکی تھیں، صوفیا کا طبقہ —— جو لوگوں کے تزکیہ نفس کی خدمت سرانجام دیتا ہے —— بھی اپنے اصل مشن کو چھوڑ کر شاہی دسترخوان سے تن پروری میں مصروف تھا۔ غرضیکہ حالات اس حد تک ناسازگار تھے کہ دین کے پنپنے کی کوئی امید نظر نہ آتی تھی۔ مگر ہمیشہ یہ ہوا کہ جب بھی دین اسلام پر کوئی آزمائش کا وقت آیا رحمتِ حق بین العاش

---

(۱) —— آج پھر بھی مادہ پرست اور لادین ترقی پسند اسی کج روذہنیت کے باعث اسلامی نظامِ حکومت کو رجعت پسندی سے تعبیر کرتے ہیں۔

پیدا ہوا دینِ حق کی حفاظت کے لئے کوئی نہ کوئی ہستی ان تیرہ و تار فضاؤں میں نمودار ہوئی جس کی نورانی کرنوں سے کفر و الحاد کی تاریکیاں چھٹ گئیں جس کی ضیا بار تابانیوں سے بدعت و ضلالت کی آندھیاں ڈھل گئیں جس کی ضُوفشاں شعاعوں سے زندقت کے اندھیرے بھی منور ہوئے اور توحید و سُنت کی مشعلیں چمک اٹھیں۔

جب کفر و شرک، بدعت و ضلالت اور زندقہ و الحاد کی آندھیاں اپنی تمام تاریکیوں سمیت ہندوستان کی فضا پر چھا گئیں تو آسمانِ "سرہند" پر سُنت و ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا جس کو لوگ شیخ احمد سرہندی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس آفتاب کی ضیا پاشیوں سے ظلمت و گمراہی کے اندھیرے کافور ہوئے، اکبر نے جس دین کی بنیاد رکھی تھی اور اعوان و انصارِ حکومت جس کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف تھے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا تہیہ کیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حق اپنی تمام جلوہ سامانیوں سے طلوع ہوتا ہے۔ تو باطل کافور کی مانند تحلیل ہو جاتا ہے — قرآن مجید میں یہ بشارت دی گئی ہے:۔

"جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا"

(حق آگیا اور باطل مٹ گیا، تحقیق باطل مٹنے والی چیز ہے)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دین حنیف کے احیاء کا بیڑا اٹھایا۔ اس وقت اکبر کا دار الحکومت آگرہ تھا۔ شیخ احمد سرہندیؒ "سرہند" سے آگرہ روانہ ہوئے۔ دربار اکبری کی شان و شوکت سے لوگ مبہوت ہو جاتے تھے۔ اس جاہ و حشمت سے ان کی زبانوں پر مُہرِ سکوت لگ جاتی تھی، مگر شیخ احمد سرہندیؒ دربار کی شان و شوکت سے ذرا متاثر نہ ہوئے۔ آپ نے درباریوں سے مخاطب ہو کر بلا خوف و خطر یہ کہا:

"اے لوگو! تمہارا بادشاہ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے منحرف اور اس کے دین سے باغی ہو گیا ہے۔ میری طرف سے اُسے یہ کہہ دو کہ دُنیوی شان و شوکت اور تخت و تاج کی یہ سطوت سب فانی ہیں، وہ توبہ کرے اور خدا کے دین میں از سرِ نو داخل ہو جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے غضب کا انتظار کرے۔"

علمائے سوء، جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علم و فضل سے بغض رکھتے، ان کے مرتبۂ ولایت سے

جلتے تھے انہیں یہ بہانا ہاتھ آگیا کہ اس طرح اکبر کے پاس حضرت مجددؒ کے یہ کلمات پہنچا کر انہیں بادشاہ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ٹھہرائیں گے۔ اس طرح حضرت مجدد شاہی انتقام کا نشانہ بن جائیں گے اور ان کی آتشِ انتقام سرد ہو جائے گی۔ اکبر نے حضرت مجددؒ کے الفاظ سُن کر مباحثے کا چیلنج کیا۔ آپ نے اسے فوراً قبول کر لیا۔ مباحثے کا وقت آیا تو اکبر اپنے درباری مولویوں کے ہمراہ تخت شاہی پر فروکش ہُوا، حضرت مجددؒ بھی اپنے بوریہ نشین ساتھیوں کے ہمراہ جا پہنچے، مباحثے کا انتظام ہو چکا تھا مگر خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ اکبر جیسے بے دین بادشاہ کے دربار میں شاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام کی رُسوائی ہو۔ ابھی مباحثے کا آغاز نہ ہوا تھا کہ ایک زوردار آندھی آئی جس سے دربار اکبری تہ و بالا ہو گیا۔ خیموں کی چوبیں اُکھڑ جانے سے اکبر اور اس کے تمام ساتھی زخمی ہوئے لیکن حضرت مجددؒ اور ان کے ساتھیوں کو خراش تک نہ آئی، بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان ہی زخموں کی وجہ سے اکبر کی موت واقع ہوئی اور مرنے سے پہلے اکبر اپنے عقائد سے توبہ کر کے دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا۔

اکبر کی وفات کے بعد شہنشاہ نورالدین جہانگیر ہندوستان کے تخت پر براجمان ہُوا۔ جہانگیر کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لکھا ہے:

"ہمایوں کے بعد جب اکبر تخت پر بیٹھا تو اس نے زندقیت اختیار کی اور جہالت و گمرہی کے عَلَم ہر طرف لہرانے لگے، مختلف مذاہب اور قوموں کے لوگ اکبر کے دینِ الٰہی میں داخل ہوئے اور انہوں نے عظیم فتنے پیدا کئے، اکبر کے بعد دائم الخمر جہانگیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو ہندوؤں نے سر اُٹھایا، رافضیوں نے اُبھرنا شروع کیا، دیانتیں ضائع ہو گئیں" ——— جہانگیر کا اپنا بیان ہے:

ے " درو دولت، بادشاہی من حالا ایں سلسلہ است،

پدر دیواں کل، پسر وکیل مطلق، دختر ہمراز و مصاحب"

میری حکومت کے در و دولت کا یہ حال ہے۔ اس (نورجہان) کا باپ دیوان کل ہے، (آصف جاہ۔ نورجہاں کا بھائی) وزیر اعظم ہے اور بیٹی (نورجہاں خود) ہمراز اور صاحب حکم ہے)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تخت دہلی پر جہانگیر متمکن تھا مگر سکہ اس کی ملکہ نورجہاں کا چلتا تھا، اس کا

بھائی آصف جاہ امورِ سلطنت میں نورجہاں کا دستِ راست اور وزیرِ اعظم تھا۔ جہانگیر خود کہا کرتا تھا۔

"ہم نے ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت (کباب) کے بدلے سلطنت نورجہاں کو دیدی ہے۔"

لیکن ان ناگفتہ حالات میں بھی حضرت مجدد الف ثانیؒ جس مشن کے لئے نکلے تھے اسے پورا کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اکبر کے مقابلہ میں آپ نے جس جرأت ——— استقامت اور حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کیا تھا اس کا عوام الناس پر بہت اثر ہوا۔

"فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ" (قرآن مجید)

(لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے ———)

لوگوں کے دل آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ حکومتِ وقت کے بڑے بڑے عہدے دار بھی آپ کے علم و فضل اور ان کی روحانی قوت کے قائل ہو کر آپ کے مریدوں میں شامل ہو چکے تھے۔ تبلیغ دین جاری تھی اور کفر، شرک اور بدعت و ضلالت کے گڑھے (ہندوستان) میں دینِ حنیف کا ایک چشمہ صافی جاری ہو رہا تھا جس سے تشنہ لب سیراب ہو کر نکلتے تھے۔ حضرت مجددؒ نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے تحریر و تقریر دونوں کا سہارا لیا۔ عوام الناس سے گذر کر تبلیغ کی آواز اُمرائے سلطنت کے ایوانوں سے بھی ٹکرانے لگی ——— نتیجہ یہ ہوا کہ رافضیوں کے اس ٹولے کو جو سلطنت پر چھایا ہوا تھا حضرت مجددؒ کی تبلیغ سے سخت تکلیف ہوئی، نورجہاں، وزیرِ اعظم آصف جاہ، آصف الدولہ اور مرزا غیاث اور ان کے دوسرے ساتھی حضرت مجددؒ کے دشمن بن گئے۔ ان لوگوں نے بعض دین فروش ملاؤں کو ساتھ ملایا، جاہل صوفیا کی خدمات حاصل کیں، اور ان تینوں گروہوں نے مل کر جہانگیر کو یہ تاثر دیا کہ شیخ احمد سرہندیؒ تبلیغ دین کے بہانے سے عوام الناس کو اپنا گرویدہ بنا رہے ہیں اور تختِ شاہی پر متمکن ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہی وہ وقت جب ہندوستان کے بعض علمائے نے آپ کو واجب القتل قرار دیا۔ حضرت مجددؒ کے ایک خط کے اقتباس سے فائدہ اُٹھا کر شاہ کو بھڑکایا، جو آپؒ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندیؒ کو لکھا تھا۔ حاسدوں نے جہانگیر سے کہا کہ شیخ احمد سرہندیؒ اپنے آپ کو حضرت ابوبکرؓ سے بھی افضل سمجھتا ہے۔ یہ خط ایک صاحب صوفی ولی اللہ کا تھا جس میں انہوں اپنے استاذ اور پیر و مرشد کو اپنے سلسلۂ تصوف

کے مقامات اور مشاہدات کے بارے میں لکھا تھا، بہرحال جہانگیر کو اس بات پر تشویش ہوئی، اس نے حضرت مجددؒ کو طلب کیا۔ باز پرس ہوئی، آپ نے جواب میں فرمایا کہ میرے خلاف یہ الزام کہ میں حضرت ابوبکرؓ سے اپنی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہوں یکسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جس طرح میں اب آپ کے دربار میں آپ کے تمام مقربین بارگاہ کی موجودگی میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور شرفِ گفتگو بھی مجھے حاصل ہے مگر کیا یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں میرا مرتبہ آپ کے تمام وزراء اور مقربین سے افضل ہے؟ یا یہ میرے لئے کس طرح لائق ہے کہ میں یہ دعویٰ کروں کہ میں تمام مقربین بارگاہ سے افضل ہوں۔ جہانگیر اس مدلل جواب سے مطمئن ہو گیا اور حضرت مجددؒ کو اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔

اس اعزاز و اکرام سے دشمنوں کے دل و دماغ حسد کی آگ سے جل اٹھے، ان کی چال ناکام ہو چکی تھی مگر یہ لوگ بھی چپ بیٹھنے والے نہیں تھے، انہوں نے کچھ دن بعد کان بھرے کہ حضرت مجددؒ کا زور روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، حکومت کے سربرآوردہ اشخاص ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر حضرت مجددؒ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں اور یہ حلف اٹھا رہے ہیں کہ بادشاہ کے ان احکام کی اطاعت نہ کریں گے جو اسلام کے خلاف ہوں گے، سجدۂ تعظیمی جو کہ اکبر کے وقت شروع ہوا تھا، جہانگیر کے زمانے میں بھی رائج تھا۔ اور لوگ ؎

وہ سجدہ جو ماورائے حرم ہو
ادا تیرے در پر کیا چاہتا ہوں،

کی صدائیں لگا رہے تھے۔ آصف جاہ جو حضرت مجددؒ کا سخت ترین دشمن تھا۔ اس نے جہانگیر کو یہ یقین دلایا کہ "حضرت مجددؒ آپ کی حکومت کے باغی ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ آپ کے لئے تعظیمی سجدہ بھی روا نہیں رکھتا حالانکہ سلطنت دہلیہ کے بہت سے علماء اس کے حق میں فتویٰ دے چکے ہیں بلکہ شیخ احمد سرہندیؒ تو سجدۂ تعظیمی کو حرام قرار دیتا ہے۔ اگر اس بات کا یقین نہ ہو تو جہاں پناہ دربار میں بلا کر اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔" جہانگیر نے آخر کار اس تصدیق کی خاطر حضرت مجددؒ کو شاہی فرمان کے ذریعے بلا بھیجا اور آپ کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت مجددؒ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دربار شاہی میں داخل ہوئے اور سجدۂ تعظیمی ادا نہ کیا جس کی جہانگیر آس لگائے بیٹھا تھا۔ بلکہ آپ نے سلام تک نہ کیا۔

جہانگیر غصہ سے تلملا اٹھا اور کہا:۔

" تم درباری آداب کیوں بجا نہیں لائے ؟ "

آپؒ نے فرمایا:۔

" اسلام کا یہ حکم ہے کہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو السلام علیکم کہا جائے۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ میرے سلام کا جواب نہیں دیں گے لہٰذا میں نے السلام علیکم کہنا بھی گوارا نہ کیا "

جہانگیر نے مطالبہ کیا کہ آپ درباری آداب کو ملحوظ رکھیں اور مجھے سجدہ کریں،

حضرت مجددؒ نے فرمایا:۔

" خدا کا بندہ خدا کے علاوہ کسی کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتا جو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جھکنا جانتا ہو وہ کسی فانی حاکم کے جاہ وحشمت کے سامنے اپنا سر نہیں جھکا سکتا۔ اپنے ہی جیسے ایک مجبور انسان کو سجدہ ہرگز روا نہیں۔ شریعتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلاۃ والتحیہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں ؎

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن ،

مفتی عبدالرحمٰن نے جو اس وقت شیخ الاسلام کا درجہ رکھتا تھا کتب فقہ سے سلاطین کے لئے تعظیمی سجدہ کا جواز پیش کیا اور کہا کہ میں فتویٰ دیتا ہوں کہ اس وقت شہنشاہ کو تعظیمی سجدہ جائز ہے، مگر حضرت مجددؒ

اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

(سب سے افضل جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم بادشاہ کو سچی بات کہہ دے)۔ کی عملی تفسیر بن گئے۔ آپ کی گردن شہنشاہ ہندوستان نورالدین جہانگیر کی سطوت وجبروت کے سامنے خم نہ ہوئی۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جہانگیر کو گمان بھی نہ تھا کہ حضرت مجددؒ حکم عدولی کریں گے۔ بادشاہت کا یہ دستور ہے کہ جو سر شہنشاہ کے سامنے جھکنا نہ جانے اسے قلم کر دیا جائے، جہانگیر کے غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھی، اس نے فی الفور حضرت مجددؒ کے قتل کا حکم دے دیا مگر حق گوئی وبے باکی کے اس عظیم پیکر اور عزم وثبات کے اس ہمالے کی پیشانی پر خوف وہراس کے کوئی آثار نظر نہ آئے، جہانگیر کا خیال تھا کہ اس انتہائی سزا کے خوف سے حضرت مجددؒ فوراً گھٹنے ٹیک کر فوراً تعظیمی سجدہ بجا لائیں گے، مگر جب اس نے دیکھا کہ حضرت مجدد صاحب اس مرحلۂ عشق میں سولی پر لٹک جانے کے لیے بھی تیار ہیں تو اس نے کچھ سوچ کر فیصلہ بدل دیا اور حضرت امام کو گوالیار کے قید خانے میں بند کر دیا ——— حضرت مجددؒ نے فرمایا:

هَنِيئاً لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

دولت مندوں کو ان کی دولت مبارک، لیکن مسکین عاجز کے لیے درد والم کے گھونٹ مبارک ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! تاریخ شاہد ہے کہ آخر دو سال بعد جہانگیر نے حضرت مجددؒ کو قید خانے سے نکال کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کا اتنا گرویدہ ہوا کہ آپ کو شاہی مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس رکھا۔ تین چار سال تک اسلامی احکام نافذ ہوتے رہے۔ آخر شہزادہ خرم (شاہجہان) کو بھی آپ کی بیعت کا حکم دیا۔

جہانگیر اپنے گناہوں پر بہت نادم تھا۔ حضرت مجددؒ سے اپنی مغفرت کے لئے دعا کی اور سفارش کی درخواست کی، حضرت مجددؒ نے فرمایا:

"جب احمد سرہندی کو خدا جنت میں لے جائے گا تو وہ جہانگیر کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا"

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار (علامہ اقبالؒ)